Dr. Rizwana Perween

R.N College Hajipur Vaishali

B.A Part - II

Paper - 3

Topic:- Dastan Paristan me le jane ki.

Date:- 05-10-2020

Time:- 4:00 - 5:00 P.M

داستان پرستان میں لے جانے کی

مجھے دے کے مے کھوج اُس کا بتا
ذرا خضر رہ تو ہی ہو ساقیا

نہ پائی کہیں یاں تو اس گل کی بُو
کروں اب پرستان میں جستجو

اُڑی وہ پری واں سے لے کر اُسے
اُتارا پرستاں کے اندر اُسے

وہاں ایک تھا سیر کا اُس کے باغ
کہ جس کے گلوں سے ہو تازہ دماغ

ریاحین و گل اس میں انواع کے
طلسمات گل اُس میں انواع کے

طلسمات کے سارے دیوار و در
نہ یاں کے سے کوٹھے نہ یاں کے سے در

مُطلّا منقش مشبک تمام
پہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اس میں نام

گرے چھن کے واں اس لطافت سے دھوپ
کہ زردی کا جوں زعفراں پر ہو روپ

نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر
نہ سردی نہ گرمی کا اس میں خطر

ہرے اور بھرے سب گلوں سے مکاں
جہاں چاہیے جا کے رکھ دیں وہاں

درخشندہ ہر سقف دالان کی
ہو دیوار جیسے چراغان کی

زمیں ساری واں کی جواہر نگار
ادھر میں چمن اور ہوا میں بہار

کسی کو ہو جس چیز کا اشتیاق
نظر آوے وہ چیز بالائے طاق

جواہر کے ذی روح وحش و طیور
خراماں پھریں صحن میں دور دور

پھریں دن میں سارے وہ حیوان ہو
کریں رات میں کام انسان ہو

لگے ہر طرف گوہر شب چراغ
وہی دن کو گوہر وہی شب چراغ

بنائے ہوئے جال باہم نہال
گل و غنچہ سب واں کے دور از خیال

صدا آپ سے آپ گھڑیال کی
کہیں ناچ کی اور کہیں تال کی

رہے واں کے حجروں کا جو در کھلا
تو دُنیا کے باجوں کی آئی صدا

دگر بند کر دیجے ایک بار
تو جوں ارغنوں راگ نکلیں ہزار

مکانوں میں مخمل کا فرش و فروش
بخطِ سلیمانی اُن پر نقوش

طلسمات کے پردے اور چلونیں
ارادے پہ دل کے اُٹھیں اور گریں

خواصیں پری زاد اس میں تمام
پھریں گرد گرد اُس پری کے مدام

سرِ نہر بنگلہ مرصع نگار
سراپا بہ رنگِ گہر آب دار

دکھا شاہزادے کا اُس میں پلنگ
کھلا حُسن سے اُس کے بنگلے کا رنگ

قضارا کھلی آنکھ اُس گل کی جو
نہ پائی وہاں شہر کی اپنے بُو

نہ وہ لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا
تعجب سے اِک اِک کو تکتا رہا

اچنبھے کا یہ خواب دیکھا جو واں
لگا کہنے یارب میں آیا کہاں

زبس تھا وہ لڑکا تو سہما بھی کچھ
ہوا کچھ دلیر اور حیراں بھی کچھ

سرہانے جو دیکھی مہِ چار دہ
کہ ہے اجنبی سی وہ اِک رشکِ مہ

کہا کون ہے تو یہ کس کا ہے گھر
لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر

پھرا مُنھ کو لے اور اُدھر سے نقاب
دیا اُس پری نے یہ ہنس کر جواب

خدا جانے تو کون میں کون ہوں
مجھے بھی تعجب ہے میں کیا کہوں

پر اب خود تو آیا ہے یاں میرے گھر
لے آئی ہے تجھ کو قضا و قدر

یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں
پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں

ترے عشق نے مجھ کو شیدا کیا
ترا غم مرے دل میں پیدا کیا

چھڑا کر ترا تجھ سے شہر و دیار
یہ بندی ہی لائی ہے تقصیروار

پری ہوں میں اور یہ پرستان ہے
یہاں سب یہ قوم پری جان ہے

کہاں صورتِ جن کہاں شکلِ انس
غرض قہر ہے صحبتِ غیر جنس

پری کو ہوئی شادی اُس مہ کو غم
یہ ناچار کیا کر سکے وہ صنم

کبھی یوں بھی ہے گردشِ روزگار
کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار

غرض دل کو جوں توں لگایا وہاں
کہا اُس نے جو کچھ کہا اُس کو ہاں

ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس
رہے وحشیوں کی طرح وہ اُداس

کبھی اشک آنکھوں میں بھر لائے وہ
کبھی سانس لے کر کہے ہائے وہ

وہ محلوں کی چہلیں وہ گھر کا سماں
رہے رو بہ رو دھیان میں ہر زماں

وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے
تو راتوں کو رو رو کے دریا بہائے

کبھی اپنی تنہائی کا غم کرے
کبھی اپنے اوپر دُعا دم کرے

کرے یاد جب اپنے ناز و نعم
فغاں زیر لب وہ کرے دمبدم

بہانے سے دن رات سویا کرے
نہ ہو جب کوئی تب وہ رویا کرے

غرض اضطراب اُس کو ہر حال میں
کہ جوں مُرغ تڑپے نئے جال میں

غرض ماہ رُخ اُس پری کا تھا نام
پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام

کبھی رہتی گھر میں کبھی رہتی واں
کہ تا راز اُس کا نہ ہووے عیاں

وہ پریوں میں ازبس کہ تھی ذی شعور
نئی چیز لاتی تھی اس کے حضور

عجائب غرائب پرستان کے
دکھاتی تھی ہر شب اُسے آن کے

نئے کھانے اور میوے اقسام کے
مہیا سب اسباب آرام کے

نئی کشتیاں روز پوشاک کی
خوشامد سدا جان غمناک کی

نئے سانگ واں کے نئے راگ و رنگ
کہ تا دل لگے اور نہ ہو جی بہ تنگ

شرابوں کے شیشے چُنے طاق میں
گزک وہ کہ نکلے نہ آفاق میں

شراب و کباب و بہار و نگار
جوانی و مستی و بوس و کنار

نہ تھا اور کچھ غم تو اس کو وہاں
بغیر از غمِ دوریٔ دوستاں

اسی غم میں گھل گھل کے مرتا تھا وہ
سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ

پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے
وہ بیٹھی تھی اس کو اڑائے ہوئے

وہ تھی نازنیں بھی بہت عقلمند
نہ کھُلنے سے کچھ اس کے ہوتی تھی بند

کہا اُس نے اک دن کہ اے بے نظیر
مرے دام میں تو ہوا ہے اسیر

تو اک کام کر اک پہر بھر کہیں   کیا کر ٹک اِک سیر روئے زمیں

تو رُک رُک کے کر اپنے جی کو نہ بند   نہ پہنچے کہیں تیرے جی کو گزند

سرِ شام جاتی ہوں میں باپ پاس   اکیلا تو رہتا ہے اس جا اُداس

یہ گھوڑا میں دیتی ہوں کل کا تجھے   ولیکن یہ دے تو مُچلکا مجھے

کہ گر شہر کی طرف جائے کہیں   و یا دل کسی سے لگائے کہیں

تو پھر حال جو ہو گنہگار کا   وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا

کہا کیونکہ میں تم کو جاؤں گا بھول   مجھے جو کہا تم نے سب ہے قبول

کہا ماہ رُخ نے کہ تھے تیرے بخت   کہ بخشا تجھے میں سُلیماں کا تخت

جو اُترے تو کل اُس کی یوں جوڑیو   جو برعکس چاہے تو دوں موڑیو

زمیں سے لگا اور تا آسماں

جہاں چاہیو جائیو تو وہاں